رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ایک خط کی حقیقت

مجیب: ابوالفیضان عرفان احمد مدنی
مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Sar 8482
تاریخ اجراء: 15 صفر المظفر 1445ھ/02 ستمبر 2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سوشل میڈیا پر ایک خط بہت وائرل ہو رہا ہے جس کا متن درج ذیل ہے:

رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے عیسائیوں کے نام لکھا گیا خط

یہ پیغام محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عیسائیت قبول کرنے والوں کے لیے ہے، خواہ دور ہوں یا نزدیک۔ یہ ایک عہد ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہیں، بے شک میں، میرے خدمتگار، میرے مددگار اور پیروکار ان کا تحفظ کریں گے، کیونکہ عیسائی بھی میرے شہری ہیں اور خدا کی قسم میں اس سے پرہیز کروں گا جو ان کو ناخوش کرے، ان پر کوئی جبر نہیں ہو گا، نہ ان کے منصفوں کو ان کے عہدوں سے ہٹایا جائے گا اور نہ ہی ان کے راہبوں کو ان کی خانقاہوں سے۔ ان کی عبادت گاہوں کو کوئی بھی تباہ نہیں کرے گا، نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی وہاں سے کوئی شے مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں لے جائی جائے گی، اگر کسی نے وہاں سے کوئی چیز لی، تو وہ خدا کا عہد توڑنے اور اس کے نبی کی نافرمانی کا مُرتکب ہو گا، بے شک وہ میرے اتحادی ہیں اور انہیں ان تمام کے خلاف میری امان حاصل ہے، جن سے وہ نفرت کرتے ہیں، کوئی بھی انہیں سفر یا جنگ پر مجبور نہیں کرے گا، بلکہ مسلمان ان کے لیے جنگ کریں گے، اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے شادی کرے گی، تو ایسا اس کی مرضی کے بغیر ہرگز نہیں ہو گا اور اس عورت کو عبادت کے لیے گرجا گھر جانے سے نہیں روکا جائے گا، ان کے گرجا گھروں کا احترام کیا جائے گا، انہیں گرجا گھروں کی مرمّت یا اپنے معاہدوں کے احترام سے نہیں روکا جائے گا، قوم میں سے کوئی بھی فرد، یعنی کوئی بھی مسلمان روزِ

قیامت تک اس معاہدے سے رُوگردانی نہیں کرے گا۔[1]

(1) اس خط کے تناظر میں سوال یہ ہے کہ کیا نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عیسائیوں کے ساتھ ایسا کوئی معاہدہ فرمایا تھا؟

(2) اگر کوئی معاہدہ فرمایا تھا، تو اس کی اصل اور حقیقت کیا ہے؟

(3) کیا اسلامی ریاست میں عیسائیوں کو ہر معاملے میں کھلی آزادی ہے اور کسی بھی صورت میں کسی عیسائی کو قانوناً سزا نہیں دی جاسکتی؟

(4) کیا ہر فرد اپنی مرضی اور چاہت سے کوئی بھی دین اختیار کر سکتا ہے، چاہے دین اسلام کے علاوہ ہو اور پھر بھی وہ حق پر ہوگا؟ اور کیا تمام مذاہبِ عالم دُرست اور قابلِ احترام ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) سوال میں بیان کردہ خط کی نسبت نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف کرنا ہرگز درست نہیں، کیونکہ بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ احادیث، سیرت اور تاریخ کی مستند و معتمد کتب میں کوئی خط موجود نہیں۔

جہاں تک وائرل خط میں ذکر کی گئی کتب کا تعلق ہے، تو ان میں سے پہلی کتاب "کتاب الخراج" میں ان الفاظ کے ساتھ خط ہی موجود نہیں ہے، بلکہ ان الفاظ کے علاوہ، ایک دوسرا خط موجود ہے جس کی تفصیل ذیل میں بیان کی جائے گی۔

اور دوسری کتاب "مجموعة الوثائق السياسية" کے جس مقام سے حوالہ دیا گیا، **اس مقام پر اس خط کو نقل کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ اس خط کے موضوع و من گھڑت ہونے میں ادنیٰ ساشبہ بھی نہیں ہے**، چنانچہ اسی مجموعہ میں اولاً دُرست واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک عنوان باندھا: "نسختان لمکتوب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی نجران... ولا یوجد ادنی شبهة فی ان هذین النصین من الموضوعات" یعنی اب جو دو خط نقل کیے جائیں گے، یہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف منسوب ہیں، لیکن ان کے موضوع ہونے میں ادنیٰ ساشبہ بھی نہیں ہے۔[2]

1۔۔۔ کتاب الخراج، ص72، 73/مجموعة الوثائق السیاسیه، ص191، 186/السماحة الاسلامیه، ص25، 22

2۔۔۔ مجموعة الوثائق السیاسیة، صفحه 180، مطبوعه دار النفائس، بیروت

جبکہ تیسری کتاب "السماحة الاسلامیہ" میں کسی بھی مستند اسلامی کتاب کا حوالہ ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ اس کے اصل خط کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کی اصل اور ثبوت کا تقاضا مزید بڑھ جاتا ہے۔

اس خط کے دُرست نہ ہونے کی ایک دلیل اس کا اصل معاہدہ کے خلاف ہونا ہے کہ کتب احادیث وسِیَر وغیرہ میں نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ مذکور ہے، اس میں موجود ہے کہ تم سالانہ اتنا اتنا مال بطورِ جزیہ ادا کرو گے، ظلم وزیادتی نہیں کرو گے، سود نہیں کھاؤ گے، صلاح ودرستی پر قائم رہو گے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور اسلام کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کرو گے، نہ ان کی توہین کرو گے، اگر تم نے کسی بھی معاملے میں خلاف ورزی کی، تو یہ معاہدہ کالعدم شمار ہوگا اور ہمارے ہاں حالیہ جس معاہدے کو وائرل کیا جارہا ہے، وہ اس کے خلاف ہے اور اس کے ذریعے لوگوں کو درس یہ دیا جارہا ہے کہ عیسائی جو مرضی کرتے پھریں، معاذاللہ! انہیں نبی پاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ہر چیز کی کھلی آزادی دی ہے، خواہ اسلام وشعائرِ اسلام کی بے حرمتی وگستاخی ہی کریں، ان کو اس پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی، نعوذ باللہ من ذلك۔

نیز اس خط کے الفاظ پر غور کیا جائے، تو خود معاہدہ کی نفسِ عبارت بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ خط نبی پاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا لکھوایا گیا نہیں، بلکہ من گھڑت ہے کہ اس میں ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو واضح طور پر قرآن وسنت کی دیگر نصوص کے خلاف ہیں، جیسا کہ یہ الفاظ: **"اور خدا کی قسم میں اس سے پرہیز کروں گا جو ان کو ناخوش کرے۔۔۔ بے شک وہ میرے اتحادی ہیں اور انہیں ان تمام کے خلاف میری امان حاصل ہے، جن سے وہ نفرت کرتے ہیں۔۔۔ ان کے گرجا گھروں کا احترام کیا جائے گا۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قیامت تک اور اس دنیا کے اختتام تک اس حلف کی پاس داری کرے۔"** ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ و السلام عیسائیوں کی عبادت گاہوں کا احترام کرنے کا کیسے فرما سکتے ہیں، جبکہ ان جگہوں میں شرک ہوتا ہے؟ نیز جب اُس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا اور کئی اَحکام کفار کے حوالے سے بدل رہے تھے، اُس وقت عیسائیوں سے قیامت تک کے لیے ایسا معاہدہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ انہی موضوع و من گھڑت خطوط میں سے بعض میں یہاں تک لکھا گیا: اگر کوئی عیسائی جرم اور قابلِ سزا کام بھی کرے، تو مسلمان اس کا جرمانہ ادا کریں گے، چنانچہ وائرل خط میں "مجموعة الوثائق" کے جس مقام کا حوالہ دیا گیا، اس کو موضوع قرار دیتے ہوئے اس میں لکھا گیا: وان اجرم احد من النصاری او جنی جنایة

فعلى المسلمين نصره والمنع والذب عنه والغرم عن جريرته۔" والعیاذ باللہ تعالیٰ۔[3]

لہٰذا عقلِ سلیم سے کام لیا جائے، تو واضح ہو گا کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسا معاہدہ فرمانا متصور ہی نہیں، لہٰذا عقلاً و نقلاً ہر اعتبار سے اس خط کو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

یاد رہے! عیسائیوں کے متعلق نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف منسوب اس طرح کے کئی اور خطوط بھی پائے جاتے ہیں، جن کے موضوع و من گھڑت ہونے کی نشاندہی ہمارے اکابر علماء نے بہت پہلے کر دی تھی۔ ان میں سے بعض ایسے خطوط ہیں جن میں اُن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نام بطورِ گواہ لکھے گئے، جو اس وقت تک ایمان بھی نہیں لائے تھے، اسی طرح بعض میں ہجری تاریخ لکھی ہوئی ملتی ہے، حالانکہ تاریخ سے واقف اَفراد جانتے ہیں کہ ہجری تاریخ کو حضرت عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں شروع کیا تھا، تو زمانۂ رسالت میں ہجری تاریخ لکھے جانے کا کیا معنیٰ؟

(2) نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نصاریٰ کے ساتھ معاہدے کی اصل اور حقیقت:

کتبِ احادیث اور کتبِ سیر و تواریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بہت سے خُطوط روانہ فرمائے اور کئی صُلح کے معاہدے بھی فرمائے، علما و محدثین نے ان کو اپنی کتب میں ذکر بھی کیا ہے، انہی میں سے ایک معاہدہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ بھی فرمایا، جس میں انہیں جزیہ ادا کرنے اور دیگر شرائط کی پابندی کرنے پر کچھ رخصتیں عطا فرمائیں، اس حوالے سے یہ ایک ہی معاہدہ کتب میں ملتا ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے بہت سے من گھڑت اور جھوٹے خطوط بھی تیار کر لیے گئے اور یوں صحیح کی جگہ ان کو عام کر دیا گیا۔

ذیل میں اصل معاہدہ کا پس منظر، اس کے احوال اور تفصیل بیان کی جائے گی۔

معاہدے کا پس منظر:

یہ معاہدہ اس وقت ہوا جب نجران سے عیسائیوں کا ایک گروہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا، چنانچہ یہ چودہ آدمیوں کی جماعت تھی جو سب کے سب نجران کے سرکردہ معروف افراد تھے

3۔۔۔مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، صفحہ 188، مطبوعہ دار النفائس، بیروت

اور اس وفد کی قیادت کرنے والے تین شخص تھے:

(1) ابو حارثہ بن علقمہ جو عیسائیوں کا پوپ اعظم تھا۔

(2) اُہیب جو ان لوگوں کا سردار اعظم تھا۔

(3) عبد المسیح جو سردار اعظم کا نائب تھا اور "عاقب" کہلاتا تھا۔

یہ سب نمائندے نہایت قیمتی اور نفیس لباس پہن کر عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اپنے قبلہ کی طرف منہ کرکے اپنی نماز ادا کی، پھر ابو حارثہ اور ایک دوسرا شخص دونوں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے نہایت کریمانہ لہجے میں ان دونوں سے گفتگو فرمائی اور سوال وجواب کی صورت میں ایک طویل مکالمہ ہوا، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیغمبرانہ طرزِ استدلال اور حکیمانہ گفتگو سے چاہیے تو یہ تھا کہ یہ وفد اپنی نصرانیت کو چھوڑ کر دامنِ اسلام میں آجاتا، مگر ان لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جھگڑا شروع کردیا، یہاں تک کہ بحث وتکرار کا سلسلہ بہت دراز ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران کی یہ آیت نازل فرمائی: ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: پھر اے حبیب! تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں، تو تم ان سے فرمادو: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو (مقابلے میں) بلالیتے ہیں پھر مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالتے ہیں۔[4]

جب رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نجران کے عیسائیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کرلیں، کل آپ کو جواب دیں گے۔ جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحبِ رائے شخص عاقب سے کہا کہ "اے عبدُ المسیح! مباہلہ کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے نصاریٰ کی جماعت! تم پہچان چکے ہو کہ محمد نبی مُرسَل تو ضرور ہیں، اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہوجاؤ گے۔ اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور گھروں کو لوٹ چلو۔ یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ

4۔۔۔عجائب القرآن، ص76، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی، بحوالہ روح البیان، ج2، ص43، پ3، آل عمران:61

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گود میں تو امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں اور دستِ مبارک میں امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ ہے اور حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا اور حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے ہیں اور حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے عیسائی پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا: اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے، ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر نصاریٰ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے۔ **آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا، مگر مباہلہ کے لیے تیار نہ ہوئے۔**[5]

معاہدے کے احوال:

اب جو معاہدہ ہوا اس کے متعلق کتبِ احادیث میں مختلف الفاظ ملتے ہیں، چنانچہ سنن ابو داؤد میں اس کے متعلق یوں مروی ہوا ہے: ”عن ابن عباس قال: صالح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أهل نجران على ألفي حلة، النصف في صفر، والبقية في رجب، يؤدونها إلى المسلمين، وعارية ثلاثين درعا، وثلاثين فرسا، وثلاثين بعيرا، وثلاثين من كل صنف من أصناف السلاح، يغزون بها، والمسلمون ضامنون لها حتى يردوها عليهم، إن كان باليمن كيد أو غدرة على أن لا تهدم لهم بيعة، ولا يخرج لهم قس، ولا يفتنوا عن دينهم **ما لم يحدثوا حدثا، أو يأكلوا الربا، قال إسماعيل: فقد أكلوا الربا، قال أبو داود: إذا نقضوا بعض ما اشترط عليهم فقد أحدثوا**“ ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اہلِ نجران سے اس شرط پر صلح فرمائی کہ وہ کپڑوں کے دو ہزار جوڑے مسلمانوں کو دیا کریں گے، آدھا ماہِ صفر میں دیں اور باقی ماہِ رجب میں اور تیس زِرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ اور ہر قسم کے ہتھیاروں میں سے تیس تیس ہتھیار جس سے مسلمان جہاد کریں گے، بطورِ عاریت دیں گے اور مسلمان اُن کے ضامن ہوں گے، یہاں تک کہ (ضرورت پوری ہو جانے پر) انہیں لوٹا دیں گے

5۔۔۔ صراط الجنان فی تفسیر القرآن، آل عمران، تحت الآیۃ: 61، بحوالہ تفسیر خازن، جلد 1، صفحہ 258، مطبوعہ میمنیہ، مصر

(اور یہ عاریۃً دینا اُس وقت ہو گا) جب یمن میں کوئی فریب، جنگ، وغیرہ کرے (یعنی سازش کر کے نقصان پہنچانا چاہے) یا مسلمانوں سے غداری کرے اور عہد توڑے (اور وہاں جنگ درپیش ہو اور یہ معاہدہ عیسائیوں کے حق میں) اس شرط کے ساتھ (ہے) کہ ان کا کوئی گِرجا نہ گرایا جائے گا اور نہ کوئی پادری نکالا جائے گا اور ان کے دین میں مداخلت نہ کی جائے گی، **جب تک کہ وہ کوئی نئی بات نہ پیدا کریں یا سود نہ کھانے لگیں۔ اسماعیل بن عبد الرحمن سدی کہتے ہیں: پھر وہ سود کھانے لگے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: جب انہوں نے اپنے اوپر لاگو بعض شرائط توڑ دیں تو نئی بات پیدا کرلی (یعنی معاہدے کی خلاف ورزی کی، لہٰذا ان کو ملنے والے تحفظات ختم اور اسی لیے جلاوطن بھی کیے گئے)۔**[6]

اسی مفہوم کی روایت ابن زنجویہ (متوفی: 251ھ) نے "الاموال" میں، عمر بن شبہ (متوفی: 262ھ) نے "تاریخ المدینہ لابن شبہ" میں، امام بیہقی نے "السنن الکبری" میں، ضیاء الدین المقدسی (متوفی: 643ھ) نے "الاحادیث المختارۃ" میں، محی السنہ امام بغوی نے "شرح السنۃ للبغوی" میں امام خطابی نے "معالم السنن" میں، امام عبد الحق ازدی المعروف ابن الخراط نے "احکام الکبریٰ" میں، علامہ ابنِ اثیر نے "الکامل فی التاریخ" میں، ابنِ سعد نے "طبقات کبری" اور علامہ ابن رُسلان مقدسی شافعی، محررِ مذہبِ مہذّب امام محمد اور قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی، وغیرہم نے بھی نقل کی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث پاک کے تحت علامہ ابن رُسلان شہاب الدین مقدسی رملی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِ (سالِ وفات: 844ھ / 1440ء) لکھتے ہیں: "قال الماوردی: المشروط علیهم إما مستحق أو مستحب، فالمستحق ستة أشیاء: أن لا یذکروا کتاب الله بطعن ولا تعریض ولا یذکروا رسول الله صلی الله علیه وسلم بتکذیب ولا إزراء علیه، ولا یذکروا دین الاسلام بذم ولا قدح فیه، ولا یصیبوا مسلمة بزنا ولا باسم نکاح، ولا یفتنوا مسلما عن دینه، ولا یعینوا أهل الحرب، ولا یؤوا عینا لهم وإنما شرطت هذه الستة علیهم تأکید التغلیظ العهد علیهم، ولیکون ارتکابها بعد الشرط نقضا العهدهم" ترجمہ: امام ماوردی نے کہا: معاہدہ میں مشروط کاموں میں کچھ لازم تھے، کچھ استحبابی تھے جو کام ان پر لازم تھے ان میں چھ کام یہ بھی تھے کہ:

(1) کتاب اللہ کا طعن و تعریض کے ساتھ ذکر نہیں کریں گے۔

(2) رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو نہیں جھٹلائیں گے اور نہ ہی آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا

6۔۔۔سنن ابی داؤد، کتاب الخراج...باب فی اخذ الجزیۃ، جلد3، صفحہ 167، مطبوعہ لاہور

عیب اور برائی کے ساتھ ذکر کریں گے۔

(3) دین اسلام کا مذمت اور برائی کے ساتھ ذکر نہیں کریں گے۔

(4) کسی مسلمان عورت کے پاس زنا اور نکاح کے نام پر بھی نہیں جائیں گے۔

(5) کسی مسلمان کو اس کے دین سے نہیں پھیریں گے۔

(6) اور نہ یہ (مسلمانوں کے خلاف) اہل حرب (یعنی دیگر کفار کی) مدد کریں گے، نہ ان کے کسی جاسوس کو پناہ دیں گے، ان چھ باتوں کی شرط معاہدہ پر سختی اور تاکید سے کاربند رہنے کے لیے لگائی گئی۔ نیز اگر وہ ان شرائط کو طے کرنے کے بعد ان باتوں کا ارتکاب کرتے ہیں، تو معاہدہ ختم ہو جائے گا۔[7]

اس معاہدے کی تائید صحیح بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ امام بخاری عیسائیوں کے وفد نجران کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں: ”عن حذيفة قال: جاء العاقب والسيد، صاحبا نجران، إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يريدان أن يلاعناه، قال: فقال أحدهما لصاحبه: لا تفعل، فوالله لئن كان نبيا فلاعنا لا نفلح نحن ولا عقبنا من بعدنا، قالا: إنا نعطيك ما سألتنا، وابعث معنا رجلا أمينا، ولا تبعث معنا إلا أمينا، فقال: لأبعثن معكم رجلا أمينا حق أمين، فاستشرف له أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: قم يا أبا عبيدة بن الجراح، فلما قام، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هذا أمين هذه الأمة“ ترجمہ: حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ وفدِ نجران کے دو عیسائی سردار عاقب اور سید، نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں مباہلہ کرنے کے ارادے سے آئے، تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ایسا نہ کر، خدا کی قسم! اگر یہ نبی ہوئے اور پھر بھی ہم نے مباہلہ کیا، تو ہم کامیاب نہیں ہوں گے اور نہ ہی ہمارے بعد ہماری نسلیں، پھر ان دونوں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں (جزیہ کے متعلق) عرض کی: آپ نے جو ارشاد فرمایا، ہم وہ دیں گے، آپ ہمارے ساتھ ایسے شخص کو بھیجیں جو بہت امین ہو (تاکہ وہ ہم سے جزیہ لے اور ہم پر ایمانداری سے حکومت کرے) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”میں تمہارے پاس ایک ایسا امین بھیجوں گا جو ویسا ہی امین ہے جیسا اسے ہونا چاہیے، تمام صحابہ اس منصب کے شرف کو حاصل کرنے کی خواہش کرنے لگے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے ابو

7۔۔۔ شرح سنن ابوداود لابن رُسلان، جلد 13، صفحہ 130، دار الفلاح للبحث العلمی، مصر

عبیدہ! کھڑے ہو جاؤ، جب ابو عبیدہ کھڑے ہوئے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔[8]

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت علامہ بدر الدین عینی رَحمۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 855ھ / 1451ء) نے "طبقاتِ ابن سعد" کے حوالے سے معاہدے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا، جس کی عبارت درج ذیل ہے: "وذكر ابن سعد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كتب إلى أهل نجران فخرج إليه وفدهم أربعة عشر رجلا من أشرافهم فيهم العاقب وهو عبد المسيح رجل من كندة وأبو الحارث بن علقمة رجل من ربيعة وأخوه كرز والسيد وأوس ابنا الحارث وزيد بن قيس وشيبة وخويلد وخالد وعمرو وعبد الله، وفيهم ثلاثة نفر يتولون أمورهم: العاقب أميرهم وصاحب مشورتهم والذي يصدرون عن رأيه، وأبو الحارث أسقفهم وحبرهم وإمامهم وصاحب مدارسهم، والسيد وهو صاحب رحالهم، فدخلوا المسجد وعليهم ثياب الحبرة وأردية مكفوفة بالحرير فقاموا يصلون في المسجد نحو المشرق، فقال صلى الله عليه وسلم: دعوهم، ثم أتوا النبي صلى الله عليه وسلم فأعرض عنهم ولم يكلمهم، فقال لهم عثمان: ذلك من أجل زيكم فانصرفوا يومهم ثم غدوا عليه بزي الرهبان، فسلموا فرد عليهم ودعاهم إلى الاسلام فأبوا وكثر الكلام واللجاج وتلا عليهم القرآن، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أنكرتم ما أقول لكم فهلم بأهلكم فانصرفوا على ذلك، قوله: (يريدان أن يلاعناه)، أي: يباهلاه، من الملاعنة: وهي المباهلة وفيه نزلت: ﴿تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ﴾ (آل عمران: 61) والمباهلة أن يجتمع قوم إذا اختلفوا في شيء فيقولون: لعنة الله على الظالم قوله: (فقال أحدهما لصاحبه) ذكر أبو نعيم في الصحابة أنه السيد، وقيل: هو العاقب، وقيل: شرحبيل قوله: (فلاعناه)، بفتح العين وتشديد النون على صيغة المتكلم مع الغير وفي رواية الكشميهني: فلاعننا، بفتح النونين على أن: لاعن، فعل ماض فيه الضمير يرجع إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم و: نا، مفعوله قوله: (من بعدنا) وفي رواية ابن مسعود ولا عقبنا من بعدنا أبدا، قوله: (قالا) أي: العاقب والسيد: (إنا نعطيك ما سألتنا) وذلك بعد أن انصرفوا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم ممتنعون عن الاسلام، كما ذكرنا عن قريب، وجاء السيد والعاقب وقالا: إنا نعطيك ما سألتنا، وفي رواية ابن سعد: فغدا عبد المسيح وهو العاقب ورجلان

8۔۔۔صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ اہل نجران، جلد5، صفحہ172، المطبعۃ الکبری الامیریہ

من ذوي رأيهم فقالوا: قد بدا لنا أن لا نباهلك، فاحكم علينا بما أحببت ونصالحك، فصالحهم على ألفي حلة في رجب وألف في صفر أو قيمة ذلك من الأواق، وعلى عارية ثلاثين درعا وثلاثين رمحا وثلاثين بعيرا وثلاثين فرسا إن كان باليمن كيد ولنجران وحاشيتهم جوار الله وذمة محمد النبي صلى الله عليه وسلم على أنفسهم وملتهم وأرضهم وأموالهم، غائبهم وشاهدهم وبيعهم، لا يغير أسقف عن سقيفاه ولا راهب عن رهبانيته ولا واقف عن وقفانيته، وأشهد على ذلك شهودا منهم أبو سفيان والأقرع بن حابس والمغيرة بن شعبة فرجعوا إلى بلادهم، فلم يلبث السيد والعاقب إلا يسيرا حتى رجعا إلى النبي صلى الله عليه وسلم فأسلما۔" *مفہوم اوپر بیان ہو چکا۔*(9)

اس اصل معاہدہ کی "کتاب الخراج" سے مزید تفصیل کچھ یوں ہے: "کتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجران: بسم الله الرحمن الرحيم. هذا ما كتب محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجران إذ كان عليهم حكمه في كل ثمرة وفي كل صفراء وبيضاء ورقيق، فأفضل ذلك عليهم وترك ذلك كله لهم على ألفي حلة من حلل الأواقي في كل رجب ألف حلة وفي كل صفر ألف حلة مع كل حلة أوقية من الفضة، فما زادت على الخراج أو نقصت عن الأواقي فبالحساب، وما قضوا من دروع أو خيل أو ركاب أو عروض، أخذ منهم بالحساب. وعلى نجران مؤنة رسلي ومتعتهم ما بين عشرين يوما فما دون ذلك، ولا تحبس رسلي فوق شهر، وعليهم عارية ثلاثين درعا وثلاثين فرسا وثلاثين بعيرا إذا كان كيد باليمن ومعرة وما هلك مما أعاروا رسلي من دروع أو خيل أو ركاب أو عروض، فهو ضمين على رسلي حتى يؤدوه إليهم ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد النبي رسول الله صلى الله عليه وسلم على أموالهم وأنفسهم وأرضهم وملتهم وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وبيعهم وكل ما تحت أيديهم من قليل أو كثير، لا يغير أسقف من أسيقفيته ولا راهب من رهبانيته ولا كاهن من كهنته وليس عليه دنية ولا دم جاهلية ولا يخسرون ولا يعسرون ولا يطأ أرضهم جيش **ومن سأل منهم حقا فبينهم النصف** غير ظالمين ولا مظلومين ومن أكل ربا من ذي قبل فذمتي منه بريئة ولا يؤخذ رجل منهم بظلم آخر، وعلى ما في هذا الكتاب جوار الله وذمة محمد النبي رسول الله أبدا حتى يأتي الله بأمره، **ما نصحوا وأصلحوا ما عليهم غير متفلتين بظلم، شهد أبو سفيان بن حرب وغيلان بن عمرو ومالك بن عوف من بني نصر والأقرع بن**

9۔۔۔ عمدۃ القاری، جلد 18، صفحہ 35، 36، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

حابس الحنظلي والمغیرۃ بن شعبۃ"ترجمہ: اہل نجران کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خط: **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ یہ خط محمد رسول اللہ بن عبد اللہ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی طرف سے اہل نجران کے لیے ہے، چونکہ ان کے ہر پھل، ہر زرد اور ہر سفید (یعنی سونے، چاندی) اور ہر باریک چیز میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم جاری ہوتا ہے، مگر پھر بھی نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان پر فضل فرمایا اور اس تمام کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ اواقی حلوں میں سے دو ہزار حلے لازم ہوں گے، جن میں سے ایک ہزار حلے رجب میں اور ایک ہزار حلے صفر میں دینا لازم ہیں، مزید یہ کہ ہر حلے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی بھی لازم ہے اور خِراج میں جو زیادہ ہو یا اوقیہ میں کمی ہو گی، تو اس کو اسی حساب سے پورا کیا جائے گا اور جو زِرہ، گھوڑے، لگامیں اور سامان کے بارے میں فیصلہ ہوا، اُسی حساب سے لیا جائے گا۔ نجران پر ہمارے قاصدوں کا خرچہ اور برتنے کا سامان 20 دن یا اس سے کم کا لازم ہو گا، ایک مہینے سے اوپر ہمارے قاصد کو نہیں روکا جائے گا، یعنی مہینے سے پہلے ہی کام پورا کر دیا جائے اور جب یمن یا معرّہ میں جنگ اور دھوکہ ہو، تو نجران والوں پر تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ بطور عاریت دینا لازم ہوں گے، ہمارے قاصدوں کو عاریت میں دیا ہوا سامان، زرہیں، گھوڑے، لگامیں، اگر ہلاک ہو جائے، تو قاصدوں پر اس کا ضمان ہو گا، حتی کہ وہ یہ سب کچھ ادا کر دے اور نجران اور جو اس کے ارد گرد ہیں، یہ سب ، ان کے اَموال، ان کی جانیں، زمینیں، دین، ان کے غائب افراد، حاضر افراد، خاندان، گرجے اور جو کچھ ان کے تحت ہے، سب اللہ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذمہ پر ہے، ان کے عہدے داروں کو ان کے عہدے سے تبدیل نہیں کیا جائے، نہ ہی ان کے راہبوں کو اور نہ ہی ان پر عیب لگایا جائے گا، نہ ہی جاہلیت کے قتل کا خون لازم ہو گا، لوگ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی لوگ تنگ کریں گے، کوئی بھی لشکر ان کی زمینوں کو نہیں روندے گا، اگر ان میں سے کوئی کسی حق کا مطالبہ کرے، تو انصاف کرنا لازم ہے، **نہ ظالم بنیں، نہ مظلوم۔ اور اہل نجران میں سے جو سود کھائے گا،** تو میں اُس سے بری الذمہ ہوں، ان میں کسی بھی مرد کو دوسرے کے ظلم کی وجہ سے نہیں پکڑا جائے گا۔ **(اس خط کے مطابق جو عمل پیرا ہو گا،) وہ اللہ اور محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم **کے ذمّہ میں ہے ، حتی کہ اللہ پاک اپنا حکم لے آئے۔ (یہ سب احکام اور وعدے اس وقت تک ہیں) جب تک اہلِ نجران صلاح اور درستی پر قائم رہیں اور ظلم کے ساتھ بدلنے والے نہ بنیں، اس خط میں گواہ ابو سفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک**

بن عوف، اقرع بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ ہیں۔[10]

تبصرہ:

معاہدے کے متعلق ذکر کی گئی ان تصریحات پر تھوڑا سا غور و خوض کرنے سے بہت سے نکات ہمارے سامنے آجاتے ہیں کہ در حقیقت معاہدہ کیا تھا اور اس کے نکات کیا تھے؟ یہاں چند اہم کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

(1) نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو معاہدہ فرمایا، وہ صرف نجران کے عیسائیوں کے ساتھ تھا، دنیا بھر کے تمام عیسائیوں کا ذکر معاہدے میں موجود نہیں۔

(2) یہ معاہدہ بھی علی العموم ہر چیز کی اجازت پر مبنی نہیں تھا، بلکہ مخصوص شرائط کی بنیاد پر معاہدہ کیا گیا، چنانچہ یہ معاہدہ تب تک تھا جب تک اللہ کا مزید کوئی حکم نہ آجائے، جیسا کہ فرمایا: حتى يأتي الله بأمره۔ یہ معاہدہ تب تک تھا جب تک نصاری صلاح و درستی پر قائم رہیں اور جو معاہدہ ہوا اس پر عمل پیرا بھی رہیں، اگر اس سے پھریں، تو معاہدہ کالعدم اور کوئی امان نہیں ہوگی۔ مزید فرمایا: یہ معاہدہ تب تک ہے جب تک یہ سود سے بچتے رہیں اور کسی کام کو ظلم کے ساتھ نہ بدلیں۔ ان سخت شرائط کے ساتھ صلح کی گئی اور وہ لوگ اس پر قائم بھی نہ رہے (جیسا کہ تصریحات نیچے آرہی ہیں)، یہی وجہ ہے کہ ان کو جزیرہ عرب سے نکالنے کا خود فرمانِ نبوی موجود ہے۔

(3) اس معاہدہ میں انہیں جزیہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، معاہدہ کی آخری شق کی رُو سے جزیہ نہ دیا، تو معاہدہ ختم اور تحفظ و رعایات سب کالعدم قرار پائیں گی۔

(4) عبادات کے علاوہ دیگر معاملات میں اسلامی اَحکام عیسائیوں پر بھی لازم ہوں گے، مثلاً چوری، بدکاری، بدکلامی، گستاخی، وغیرہ جرائم کی سزائیں ان پر بھی لاگو ہوں گی، جیسا کہ یہ بات ان اَلفاظ سے ظاہر و باہر ہے: إذ كان عليهم حكمه۔

(5) عیسائی کوئی ظلم و زیادتی نہیں کریں گے اور ان پر بھی کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی، اگر عیسائیوں نے ظلم و زیادتی کی، تو معاہدہ کالعدم اور تمام تحفظ و رعایات ختم۔

(6) عیسائی سود کا لین دین بھی نہیں کریں گے، اگر سود کا معاملہ کیا، تو یہ معاہدہ کالعدم ہو جائے گا۔

10--- كتاب الخراج، فصل قصة نجران واهلها، صفحه 88، مطبوعه المكتبة الازهريه للتراث

السير الصغير من الأصل لمحمد بن الحسن، :باب ما جاء عن النبي صلى الله عليه وأصحابه في أهل نجران، صفحه 267، الدار المتحدة للنشر، بيروت

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اولاً تو ایک سے زائد کوئی اور معاہدہ نہ تھا اور ہوا بھی تو وہ متعدد شرائط کے ساتھ ہوا تھا، جو انہوں نے توڑ دیا تھا اور اس بات کا ثبوت بھی کتبِ احادیث میں موجود ہے جو ہم ذیل میں ذکر کریں گے، بہر حال اس معاہدہ کے تفصیلی بیان سے یہ واضح ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ ایسی ہمدردیاں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر، مسجدوں پر ناجائز ٹیکس لگا کر عیسائیوں کے گرجوں کو آباد کرنا اور ان پر مسلمانوں کا سرمایہ لگانا، کسی بھی معاہدہ میں شامل نہ تھا، بلکہ یہ اسلامی روح کے منافی عمل ہے اور مزید گہرائی سے دیکھا جائے، تو ایسے کام پر معاونت ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اسلام کے خلاف ہے۔

نجران کے نصاریٰ نے معاہدے کی پاسداری نہیں کی، لہٰذا ان سے کیے گئے معاہدے بھی کالعدم ہو گئے، چنانچہ سنن ابو داؤد کی روایت جو اوپر مذکور ہوئی اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ”مالم یحدثوا حدثا، أو یأکلوا الربا، قال إسماعیل: فقد أکلوا الربا، قال أبو داود: إذا نقضوا بعض ما اشترط علیھم فقد أحدثوا“ یعنی یہ معاہدہ اس وقت تک کار آمد ہے جب تک سود نہ کھائیں اور کوئی نئی چیز داخل نہ کر دیں۔ امام اسماعیل بن عبد الرحمن سُدی نے فرمایا کہ انہوں نے سود کھایا اور امام ابو داؤد نے فرمایا: جب انہوں نے شرائط کی پاسداری نہیں کی، تو انہوں نے نئی چیز داخل کر دی، (تو اس لیے اب امان بھی نہ رہی)۔[11]

مزید اس حدیث پاک سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے طے شدہ معاہدہ پر عمل نہیں کیا، تو انہیں جزیرۂ عرب سے نکالنے کا حکم ارشاد ہوا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ”عن أبي عبیدة بن الجراح: إن آخر کلام تکلم به رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أن قال: أخرجوا الیھود من أرض الحجاز وأھل نجران من جزیرة العرب“ ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا آخری کلام یہ تھا: یہود کو حجاز سے اور اہل نجران کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔[12]

شارحِ بخاری، علامہ بدر الدین عینی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”إنما أخرج أھل نجران من الجزیرة، وإن لم تکن من الحجاز، لأنه صلی اللہ علیه وسلم صالحھم علی أن لا یأکلوا الربا فأکلوہ“ یعنی اہل نجران کو جزیرۂ عرب سے اس لیے نکالا گیا، اگرچہ وہ حجاز کا حصہ نہیں ہے، کیونکہ نبی

11۔۔۔سنن ابی داؤد، باب فی اخذ الجزیة، جلد3، صفحہ 167، مطبوعہ المکتبة العصریة، بیروت

12۔۔۔مصنف ابنِ ابی شیبہ، کتاب السیر، جلد6، صفحہ468، مطبوعہ ریاض

پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے ساتھ اس بات پر صلح فرمائی تھی کہ وہ سود نہیں کھائیں گے، تو جب انہوں نے سود کھایا، (تو صلح ختم ہو گئی، لہٰذا ان کو نکال دیا جائے گا)۔[13]

اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس فرمانِ نبوی پر عمل کروایا، چنانچہ محمد بن سعد بصری زہری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "وھو أخرج الیھود من الحجاز وأجلاھم من جزیرۃ العرب إلی الشام وأخرج أھل نجران وأنزلھم ناحیۃ الکوفۃ" یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہود کو حجاز (جزیرۂ عرب) سے ملک شام کی طرف اور اہل نجران کو کوفہ کی طرف نکال دیا۔[14]

(3) کیا اسلامی ریاست میں عیسائیوں کو ہر معاملے میں کھلی آزادی ہے اور کسی بھی صورت میں کسی عیسائی کو قانوناً سزا نہیں دی جاسکتی؟

اس کا جواب اوپر کی گئی گفتگو کے ضمن میں واضح ہو گیا کہ کسی بھی عیسائی کو ہر معاملے میں کھلی چھٹی نہیں ہے کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے، بلکہ وہ بھی فروعات میں اسلامی قوانین کے پابند ہیں جیسا کسی بھی ملک میں رہنے والا شخص اس ملک کے قوانین کا پابند ہوتا ہے، ان میں سے کوئی شخص اگر کسی اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کوئی جرم کرتا ہے، مثلاً چوری، بدکاری، بدکلامی، گستاخی، وغیرہ، تو اس پر اس جرم کے مطابق سزا عائد ہو گی، جیسا کہ اوپر بیان کردہ سنن ابو داؤد کی حدیثِ پاک کی شرح ابنِ رسلان سے واضح ہے۔

(4) کیا ہر فرد اپنی مرضی اور چاہت سے کوئی بھی دین اختیار کر سکتا ہے، خواہ وہ دین، دین اسلام کے علاوہ ہو اور پھر بھی وہ حق پر ہو گا؟ اور کیا تمام مذاہبِ عالم درست اور قابل احترام ہیں؟

یہ کہنا کہ دوسرے دین بھی حق ہی ہیں، لہٰذا ہر شخص اپنی مرضی سے جو بھی دین اختیار کرنا چاہے، تو وہ کر سکتا ہے، یہ بات ہرگز درست نہیں، کیونکہ دینِ عیسوی اور دینِ موسوی حق ہے، مگر اس سے مراد وہ دین ہے جو وہ انبیائے کرام علیھم السلام لے کر تشریف لائے، نہ کہ آج کا دینِ عیسوی مراد ہے، کیونکہ تورات اور عیسی علیہ السلام کی تعلیمات میں بہت سی تحریفات واقع ہو چکی ہیں اور چونکہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخری نبی بن کر تشریف لے آئے، لہٰذا اب ہر ایک کے لیے دینِ محمدی یعنی نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی

13---عمدۃ القاری، جلد 14، صفحہ 414، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

14---طبقات کبریٰ، ذکر استخلاف عمر، جلد 3، صفحہ 214، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا کلمہ پڑھنا ضروری ہے اور یہی دین، دینِ حق ہے اور جو اس سے رُوگردانی کرے گا، وہ باطل پر ہو گا، چنانچہ اس ضمن میں چند آیاتِ قرآنیہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جنہیں کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف نہ کیا مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد، اپنے باہمی حسد کی وجہ سے۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔[15]

اس آیت مبارکہ کے تحت صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: ”ہر نبی کا دین اسلام ہی تھا، لہٰذا اسلام کے سوا کوئی اور دین بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مقبول نہیں، لیکن اب اسلام سے مراد وہ دین ہے جو حضرت محمد مصطفٰی صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم لائے، چونکہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو آخری نبی بنایا، تو اب اگر کوئی کسی دوسرے آسمانی دین کی پیروی کرتا بھی ہو، لیکن چونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس قطعی اور حتمی دین اور نبی کو مکمل طور پر نہیں مان رہا، لہٰذا اس کا آسمانی دین پر عمل بھی مردود ہے۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار جو اپنے دین کو افضل و مقبول کہتے ہیں اس آیت میں ان کے دعویٰ کو باطل فرمایا گیا ہے۔ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری جنہوں نے اسلام کو چھوڑا اور سیدُ الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی نبوت میں اختلاف کیا اور یہ اختلاف بھی علم کے بعد کیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں سیدِ دوعالم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی نعت و صفت دیکھ چکے تھے اور انہوں نے پہچان لیا تھا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی کتبِ الٰہیہ میں خبریں دی گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ماننے سے انکار کیا اور اس انکار و اختلاف کا سبب ان کا

حسد اور دنیاوی منافع کی طمع تھی۔“[16]

15۔۔۔القرآن الکریم، پارہ 3، سورۃ آل عمران، الآیۃ: 19

16۔۔۔صراط الجنان، جلد 1، صفحہ 448، 449، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُۚ-وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔(17)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: "اللہ تعالیٰ نے واضح طور قرآن پاک میں کئی جگہ فرمادیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِس زمانے میں معتبر نہیں۔ اسلام کے علاوہ کوئی کسی دین کی اخلاقی باتوں پر جتنا چاہے عمل کرلے، جب تک مکمل طور پر بطورِ عقیدہ اسلام کو اختیار نہیں کرے گا اس کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں اور اب اسلام سے مراد وہ دین ہے جسے حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کر آئے۔"(18)

ایک اور مقام پر اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے

اگرچہ مشرکوں کو ناپسند ہو۔(19)

صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں ہے: "یعنی وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کے ذرائع قرآن اور معجزات اور اس سچے دین کے ساتھ بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کی امت کے لئے منتخب فرمایا ہے، تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو یہ غلبہ ناپسند ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دین اسلام غالب ہوا اور اس کے علاوہ تمام اَدیان اسلام سے مغلوب ہوگئے۔ امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نزول فرمائیں گے تو روئے زمین پر اسلام کے سوا اور کوئی دین نہ ہوگا۔(20)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

17۔۔۔القرآن الکریم، پارہ 3، سورۃ آل عمران، الآیۃ: 85

18۔۔۔صراط الجنان، جلد 1، صفحہ 510، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی

19۔۔۔القران الکریم، پارہ 28، سورۃ الصف، الآیۃ: 9

20۔۔۔(روح البیان، الصف، تحت الآیۃ: ۹، ۹/۵۰۴، مدارک، الصف، تحت الآیۃ: ۹، ص۱۲۳۷، ملتقطاً)
صراط الجنان، جلد 10، صفحہ 132، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.daruliftaahlesunnat.net
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net